ایک اچھی عورت ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ عورت بقائے نسل انسانی کی ضامن ہے۔ مسلمان عورت کی سوسائٹی اوصاف حمیدہ کا مجموعہ ہے۔ عورت صنف نازک ہے۔ جنس لطیف ہے۔ پیکر حسن و لطافت ہے۔ قابل توجہ ہے۔ عورت کی طرح نو رکوئی نہیں جانتا کہ ایسی بات کس طرح کی جائے۔ جو نرم اور گہری ہو۔

پھولوں کی شگفتگی اور فضاء کی رعنائی بے کیف ہوتی اگر عورت انہیں اپنی رنگینیوں سے معمور نہ کردیتی۔ افسانۂ حیات ادھورا رہ جاتا۔ خانۂ زیست میں ویرانیاں ہوتیں۔ عمر رواں کی اونچ نیچ کا سفر بڑا کٹھن ہوتا۔ فضائے عالم میں اب خلا سا رہ جاتا اگر عورت نہ ہوتی۔ الغرض زندگی کے تقاضوں کو تکمیل کا جامہ پہنانے کے لئے عورت کا وجود ضروری ہے۔ یہ سب کچھ درست! مگر صرف اُس صورت میں جب عورت، عورت ہو۔ غیرت و حیا کی ضامن ہو۔ قوم کے اخلاق کی صحیح معمار ہو۔ عزت و ناموس ملت کی وفادار ہو اور جس عورت کی سوچ بے حیا اور فکر بے لگام ہو جسے عفت و عصمت کے جوہر کا پاس نہ ہو جو عورت تہذیب نو میں گندھی ہوئی دختر مست خرام بن چکی ہو۔ جس کا مقصد اخلاق و مذہب کی حدود کو توڑنا اور جس کی زندگی لہو و لعب، مکر و فریب اور رقص و سرود کے لئے وقف ہو تو ایسی عورت باعث ننگ وطن ہے۔ باپ بھائی شوہر اور قوم کے ماتھے پر بدنما داغ ہے۔

جس قوم نے عورت کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی۔ وہ کبھی نہ کبھی اپنی غلطی پر ضرور پشیمان ہوئی ہے۔ عورت کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیت ہے۔ اس سے صرف نام و نمود کا کام لینا اس کی توہین ہے۔ قانون فطرت کی خلاف ورزی ہے۔ انسانی معاشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوسناک سازش ہے۔

"تیرے چہرے پہ یہ غازہ بہت ہی خوب ہے لیکن
تو اس چہرے کو پردے میں چھپا لیتی تو اچھا تھا
بہت کچھ بن کے بھی تو پھر وہی عورت کی عورت ہے
چراغ خانہ ہی بن کر نباہ لیتی تو اچھا تھا!"

اظہار تعزیت

مجلس احرار اسلام گلاسگو (برطانیہ) کے کارکن جناب محمد بشیر جٹ صاحب کے والد محترم گذشتہ دنوں چیچہ وطنی میں انتقال فرما گئے، اور بہاولپور میں مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند مولانا محمد عباس انتقال کر گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے مرحومین کی وفات پر پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا ہے، تمام احرار کارکنوں

باقی صفحہ: ۴۵ پر

عظمت علی تگہ

ملتان

فتنۂ قادیانیت

مرزا غلام احمد قادیانی کا شمار مُسیلمہ کذّاب و دیگر بد باطن اور گم کردہ راہ لوگوں میں ہوتا ہے ، جنہوں نے گاہے بگاہے "نبُوّت" کا دعویٰ کیا اور مَغضوب ٹھہرے ۔ فرنگی استعماریت کے "بچہ جمہورا" نے دینِ اسلام کی پُرشکوہ عمارت میں دراڑیں ڈالنے کی اپنے طور پر ناپاک جسارت کی ۔ اپنے خللِ دماغ کو الہام سے تعبیر کیا اور درجہ بدرجہ نبُوّت کے منصب پر فائز ہوگیا ۔

حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا اپنا فرمان ہے :

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔

حکیم الامت شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے ایک جگہ پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بارے میں ان الفاظ میں اظہارِ خیال کیا :

that God is One, and that Muhammad is the last of the line of those holy men who have appeared from time to time in all countries and in all ages to guide mankind to the right ways of living. ([illegible])

" اور خُدا ایک ہے اور کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) ان مُقدّس افراد کی قطار کے آخری فرد ہیں جو گاہے بگاہے تمام ممالک میں ، تمام زمانوں میں نوعِ انسانی کی حیات کے صحیح راستوں کی رہنمائی کے لئے ظاہر ہُوئے ۔"

اس (مرزا قادیانی) بدبخت نے ان برگزیدہ ہستیوں کی قطار میں زبردستی گھُسنے کی کوشش کی اور حضور اکرمؐ کے خاتم النّبیّین ہونے کا مطلب یُوں بیان کیا :

" خاتم النّبیّین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مُہر کے بغیر کسی کی نُبوّت کی تصدیق نہیں ہوسکتی ۔ جب مُہر لگ جاتی ہے تو کاغذ سند ہو جاتا ہے ۔ اور مصدّقہ سمجھا جاتا ہے ۔ اس طرح آنحضرت کی مُہر اور تصدیق جس نُبوّت پر نہ ہو وُہ صحیح نہیں ہے ۔" (ملفوظات جلد پنجم ، ص : ۲۹۰)

مَوت سے قریب سترہ اٹھارہ برس قبل اس پر اچانک انکشاف ہُوا کہ جس مسیح ابنِ مریم کے آنے کی خبر دی گئی ہے

وُہ تو وُہ خود ہے۔ اس کا ایک سوانح نگار رقم طراز ہے :

"۱۸۹۰ء کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس امر کا انکشاف فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مسیح ابنِ مریم کے آنے کی خبر دی تھی وُہ تُو ہی ہے۔ پہلا مسیح آسمان پر خاکی جسم کے ساتھ ہرگز زندہ نہیں بلکہ وُہ دیگر انبیاء کی طرح فوت ہوچکا ہے۔" [حیاتِ طیبہ، ص : ۹۸، مصنفہ عبدالقادر سابق سوداگر مل]

ایک اور جگہ کہتا ہے :

"مجھے اور نام بھی دیئے گئے ہیں۔ اور ہر نبی کا مجھے نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ جو ملکِ ہند میں کرشن نام کا ایک نبی گزرا ہے جس کو ردر گوپال بھی کہتے ہیں، اُس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا تھا وُہ تُو ہی ہے ــــ آریوں کا بادشاہ۔" (تتمہ حقیقت الوحی ص : ۸۵، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

ہندوؤں کے کرشن پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد ایک قدم اور آگے بڑھایا اور دعویٰ جڑ دیا کہ مہدی بھی میں ہوں ــــ کہتا ہے۔

"مسلمانوں کے تمام فرقے مہدی کے منتظر ہیں مگر مہدی تو بہرحال ایک شخص ہی ہونا تھا اور وُہ مَیں ہوں۔" [۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء جہلم میں خدام سے خطاب، سیرۃ المہدی حصہ سوم ص ۱۶۹ - ۱۷۰ تاریخ احمدیت جلد سوم ص : ۲۷۶ - ۲۷۷]

اپنے اس دعویٰ کے بارے میں مزید کہا :

"جس مہدی کو لوگ مانتے ہیں وُہ شکی ہے اور اس کی نسبت احادیث میں بہت تعارض ہے لیکن ہمارا دعویٰ اس مہدی کا ہے جس کی نسبت کوئی شک نہیں۔" (ملفوظات جلد ششم ص : ۲۲۳ - مرزا غلام احمد قادیانی)

ڈاکٹر اقبالؒ نے اس ساری خرافات کو پائے حقارت سے ٹھکراتے ہوئے فرمایا :

No spiritual surrender to any human being after Muhammad who emancipated his followers by giving them a law which is realizable as arising from the very core of human conscience. Theologically the doctrine is that : "The Socio-Political organization called "Islam" is perfect and eternal. No revelation the denial of which entails heresy is possible after Muhammad. He who claims such a revelation is a traitor to Islam. (ص ۱۴۰)

"محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے بعد کسی انسان کی رُوحانی اطاعت نہیں جنہوں نے اپنے پیروکاروں کو انسانی ضمیر کی گہرائی سے ابھرتا ہوا قابلِ عمل قانون دے کر آزاد کر دیا۔ دینی اُصول ہے کہ عمرانی سیاسی ڈھانچہ جو اسلام کہلاتا ہے، کامل اور بے عیب ہے۔ کوئی الہام جس کی تردید کا لازمی نتیجہ کفر ہو، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے بعد ممکن نہیں۔ جو ایسے اسلام کا دعویٰ کرتا ہے وہ اِسلام کا غدّار ہے۔"

خاتمہ کیوں؟ :

مرزا اور مرزا کے ماننے والے جو خود کو احمدی، مرزائی، قادیانی یا لاہوری بھی کہتے ہیں، اِسلام کے غدّار ہیں اور مسلمانانِ عالم کے دشمن ہیں۔ مرزا نے ناموسِ نبوّت پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ وہ عقیدہ ختمِ نبوّت کا انکار کر کے دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا اور اس کے پیروکار بھی مُرتد ہیں۔ **جہاد** جیسے اسلامی حکم کی نفی کی اور وہ اپنے آقاؤں کا برصغیر پر سیاسی تسلّط کے لئے مُعاون رہا، مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپا اور یہ اور اس کے چیلے چانٹے کیلئے اقتدارِ افرنگ کے مزے لُوٹتے رہے۔ انگریزوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مسلمانوں کے طرزِ عمل کے پیشِ نظر بطورِ خاص انہیں ظلم وستم کا نشانہ بنایا اور ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ اسلامیانِ ہند کی عزّت و ناموس، جان و مال اور دین و مذہب کو نقصان پہنچانے کی غرض سے اس فتنہ کی پُوری سرپرستی کی اور سیاسی فوائد حاصل کئے۔ مسلمانوں میں سے ایک بے ضمیر اور بے غیرت ٹولہ پہلے ہی اپنے انگریز آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر اپنے ہی عوام پر ظلم ڈھا رہا تھا کہ رہی سہی کسر اس فتنہ نے پُوری کر دی۔ مسلمان قوم میں غم وغصّہ کی لہر دوڑ گئی۔ علماء کرام اور پڑھے لکھے مسلمانوں نے شدید مذمّت کی اور اس کی سرکوبی کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔ جُوں جُوں یہ تحریک زور پکڑتی گئی تو اس کا ردِّ عمل بھی سامنے آنے لگا۔ ہندوؤں کے علاوہ خود مسلمانوں میں سے نام کے مسلمان تحریک کی مزاحمت پر اُتر آئے اور بڑے بڑے لال بجھکڑ "رواداری" کا درس دینے لگے تو علّامہ اقبالؒ نے للکارا اور فرمایا :

> This instinctive perception of the average Muslim is in my opinion absolutely correct and has, I have no doubt, a much deeper foundation in the conscience of Indian Islam. Those who talk of toleration in a matter like this are extremely careless in using the word toleration which I fear they do not understand at all.
>
> (P. 6)

"عام مسلمانوں کا جبلّی ادراک میری رائے میں قطعاً درست ہے اور مجھے کوئی شبہ نہیں، ہندی

اِسلام کے ضمیر میں ایک گہری بُنیاد رکھتا ہے۔ وُہ جو اَیسے معاملہ میں رَواداری کی بات کرتے ہیں۔ رَواداری کا لفظ اِستعمال کرتے ہوئے نہایت غیر محتاط ہیں۔ مجھے اَندیشہ ہے وُہ اس کا مطلب ہی نہیں جانتے۔"

اور آگے چل کر مزید فرمایا:

They wrongly consider this attitude as a sign of moral inferiority. They do not understand that the value of his attitude is essentially biological. (P. 6)

"وُہ غلط طور پر اس رویہ کو اخلاقی کمتری کی علامت سمجھتے ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ اس رویّہ کی قدر و قیمت لازماً حیاتیاتی ہے۔"

حضرت اِقبالؒ نے وضاحت کرتے ہوئے مزید فرمایا:

The question of what may be called major heresy arises only when the teaching of a thinker or a reformer affects the frontiers of the faith of Islam. Unfortunately this question does arise in connection with the teachings of Qadianism. (P. 13)

"ایسا سوال، جسے بڑی بدعت کہہ لیجیے صِرف اس وَقت پَیدا ہوتا ہے جب کِسی مُفکّر یا مُصلح کی تعلیمات، اِسلام کی ایمانی سرحدوں کو متاثر کرتی ہیں۔ بدقسمتی سے قادیانیت کی تعلیمات کے ضمن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔

خاتمہ کیسے؟ :

پاک و ہند کے علماءِ کرام نے اِس فتنہ کا پُوری طرح محاسبہ کیا۔ پُوری جُرأت و قُوّت سے جگہ جگہ، گاؤں گاؤں قریہ قریہ پھیل کر اس فتنۂ خبیثہ کے متعلق مسلمان قوم کو بتایا اَور ۱۹۱۶ء میں اَمرتسر میں آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر کی تقریر کے دَوران کھڑے ہو کر سوال کیا گیا۔ سوال کرنے وَالی شخصیّت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تھی۔ مرزا بشیر تقریر اَدھوری چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت امیرِ شریعتؒ نے وہیں تقریر کی اَور عوام کو مرزائیوں کے عزائم سے آگاہ کیا۔ رفتہ رفتہ تحریک جڑ پکڑتی چلی گئی۔ مجلسِ احرارِ اسلام نے پہلی بار قادیان میں اَپنے شعبۂ تبلیغ "تحریکِ تحفّظِ ختمِ نبوّت" کا دفتر قائم کیا۔ حضرت امیرِ شریعتؒ نے وہیں تقریر کی اَور عوام کو مرزائیوں کے عزائم سے آگاہ کیا۔ رفتہ رفتہ "تحریکِ تحفّظِ ختمِ نبوّت" آگے بڑھی۔ حضرت امیرِ شریعتؒ کے عِلاوہ جن اکابر نے اس نیک کام میں مُعاونت کی ان میں سے چند اسماءِ گرامی یہ ہیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پُوریؒ، حضرت علامہ محمد انور شاہ

کاشمیریؒ، چوہدری افضل حقؒ، مولانا حبیب الرحمٰنؒ، مولانا مظہر علی اظہرؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، مولانا محمد داؤد غزنویؒ، مولانا گل شیر خانؒ، مولانا احسن عثمانیؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبدالقیوم پوپلزئیؒ، ماسٹر تاج الدینؒ، شیخ حسام الدینؒ، مولانا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ، مولانا ابوالوفا شاہ جہان پوریؒ، مولانا ابوالقاسمؒ، مولانا لقاء اللہؒ، مولانا قاضی احسان احمدؒ، خواجہ عبدالرحیم عاجزؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، علامہ عبدالرشید نسیمؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ، مولانا محمد حیات، مولانا عنایت اللہ چشتی، لعل حسین اختر، مولانا عبدالکریم مباہلہ، اور مولانا عبدالسلام ہزاروی کے علاوہ دیگر سینکڑوں علماء و فضلاء نے ناموسِ نبوّت کے تحفظ کے لیئے دن رات تبلیغی دورے کئے اور دُور دراز کے عوام الناس کو قادیانیت کے زہرناک پروپیگنڈے کا شکار ہونے سے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، آمین (”تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت جدوجہدِ احرار کے پس منظر میں“، مرتبہ: سید کفیل بخاری)

مرزائیت کا پروپیگنڈا اتنا مؤثر اور خوفناک تھا کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان تک اس کا شکار ہونے لگے تھے کہ ان اکابر کی کوششوں سے انہیں جہنّم کا ایندھن بننے سے بچالیا گیا۔ لگ بھگ ۱۹۳۰ء میں آنجہانی مرزا بشیر نے کشمیر کو مرزائی سٹیٹ بنانے کی خاطر ایک کشمیر کمیٹی تشکیل دی جس کا وہ خود صدر بنا اور علامہؒ کو اُس کا سیکرٹری بنایا اور یہ قادیانیوں کی بڑی گہری اور گھناؤنی سازش تھی۔ حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ، حضرت امیرِ شریعتؒ، چودھری افضل حقؒ اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے اقبالؒ سے مسلسل ملاقاتیں کیں اور انہیں مرزائیت کے خطرناک عزائم سے آگاہ کیا۔ ختمِ نبوّة کے حساس اور نازک مضمون پر علمی گفت گو کے بعد بالآخر ڈاکٹر اقبالؒ نے کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دیدیا اور اپنے نظریات سے توبہ کرکے انگریزی میں ایک مقالہ تحریر فرمایا۔ جس نے مرزائیت کے باطل نظریات کا قلع قمع کرنے میں بڑا اہم کام سرانجام دیا۔ کیونکہ پڑھا لکھا مسلمان آج کی طرح اُس وقت بھی علماء کے متشدد رویّے پر ناک بھوں چڑھاتا تھا اور فتنۂ قادیانیت کو کوئی زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا مگر علامہ اقبالؒ نے اس طبقے کو مخاطب کرکے اتنا مفصل اور ایمان افروز مقالہ تحریر کیا کہ مرزائی جو ہندوستان بھر میں ”تبلیغ“ کے نام پر اودھم مچا رہے تھے، دبک گئے اور یہ حضرت امیرِ شریعتؒ کی بہت بڑی کامیابی تھی (کیونکہ عام آدمی اپنے نظریات سے دوسروں کو کم متاثر کرسکتا ہے جبکہ پڑھا لکھا شخص زیادہ متاثر کرتا ہے اور پھر پڑھا لکھا شخص علامہ اقبالؒ کا سا دانا، بینا جو اپنی شاعری سے پہلے ہی ہندوستان کے مسلمانوں کو بہت متاثر کررہا تھا۔ اسکا تعاون حاصل ہوجانا بلاشبہ ایک تاریخی کامیابی تھی۔ حضرت امیرِ شریعتؒ نے حضرت اقبالؒ کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے انفعالیت سے بچاکر اقبالؒ کے ساتھ ساتھ مسلمانانِ عالم پر بھی بہت بڑا احسان کیا)۔ آخرکار اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت کے پروانوں کا سرخ اور پوتر خون رائیگاں

نہیں گیا۔ ان جیالوں نے اپنے خونِ حق سے شمعِ ختمِ نبوّت کو فروزاں رکھا۔ مملکتِ خداداد پاکستان میں سابق وزیرِ اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کو قومی اسمبلی سے باقاعدہ قانون پاس کرنے کے بعد "مرزائی، احمدی، قادیانی اور لاہوری" یعنی پوری جماعتِ احمدیہ کے افراد کو غیر مسلم اور کافر اقلیت قرار دینے کا شرفِ خاص حاصل ہوا۔ صرف یہی ایک کارنامہ اُن کی نجات کے لئے بہت کافی ہے۔ اقبالؒ نے فرمایا تھا:

It is true that when a person declared to be holding heretical doctrines threatens the existing social order an independent Muslim state will certainly take action; but in such a case the action of the state will be determined more by political considerations than by purely religious ones.

"یہ صحیح ہے کہ جب کوئی شخص کفریہ عقائد رکھتے ہوئے پہلے سے موجودہ معاشرتی ترتیب کو دھمکی دیتا ہے تو ایک خود مختار مسلمان ریاست یقینی طور پر کاروائی کریگی مگر ایسی صورت میں ریاست کی کاروائی خالصتاً مذہبی انداز کی بجائے سیاسی لحاظ سے زیادہ مقصدی ہوگی۔"

خدائے بزرگ و برتر کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حکومت پاکستان نے ۱۹۸۴ء میں "امتناعِ قادیانیت آرڈیننس" نافذ کر کے ضابطۂ فوجداری میں ترمیم کردی گئی جس کے تحت اَب یہ جہنمی مخلوق قادیانی، اسلامی شعائر کسی بھی صورت میں ہرگز استعمال نہیں کرسکتے۔ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے ایک فیصلے میں سارے ابہام ختم کر دیئے۔ کیونکہ قبل ازیں اعلیٰ عدالتوں میں سیکولر ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وکلاء صاحبان اور جج صاحبان ان مردودوں کو "NON MUSLIM - OR NOT MUSLIM" کی اصطلاح کا سہارا لے کر قانون کے شکنجے سے صاف بچائے جاتے تھے۔ وفاقی شرعی عدالت نے وہ الفاظ استعمال کئے کہ جن کے ادا کرنے کے "جرمِ عظیم" میں ۱۹۵۳ء میں مسلمان خاک و خون میں کھیلتے رہے:

"مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹا، دھوکے باز، بے ایمان اور کافر تھا۔"

احرار جیالوں اور عام مسلمانوں کی ساٹھ سالہ طویل جدوجہد مسلسل کا ثمرہ ہے کہ:

۱: مرزائی قانونی طور پہ مستقل ساتویں کافر اقلیت میں شمار ہوئے۔